پیدا ہوں گے، جن میں صحیح فیصلہ کرنا محال ہوگا۔

اِن وجوہ و دلائل کے پیشِ نظر اکثریت ہی کا یہ مسلک قابلِ ترجیح اور مبنی بر احتیاط قرار پاتا ہے کہ حرمتِ رضاعت کے حکم کو اس کے عموم پر رکھا جائے اور مجرد دودھ پینے کو موجبِ تحریم سمجھا جائے، خواہ دُودھ ایک وقت میں پیا جائے یا مختلف اوقات میں اور ایک گھونٹ پیا جائے یا کئی گھونٹ پیئے جائیں۔ (غ-ع)

موت، دُعا اور تقدیر

سوال: - اس وقت میں آپ کو یہ خط انتہائی پریشانی کی حالت میں لکھ رہا ہوں۔ آج سے تقریباً ڈیڑھ ماہ پیشتر میری اہلیہ کا مختصر علالت کے بعد انتقال ہوگیا اور منجملہ دیگران گنت فرائض کے پانچ بچوں کی پرورش اور مکمل نگہداشت کی ذمہ داری بھی پُورے طور سے مجھ پر عائد ہوگئی ہے تیس سالہ ازدواجی زندگی کے اس طرح یکایک منقطع ہوجانے سے جو صدمہ مجھے پہنچا ہے اس کا اندازہ آپ بخوبی لگا سکتے ہیں۔

جذبات کے اس تلاطم سے شیطان پُورے طور پر فائدہ اٹھانے میں مصروف ہے اور مختلف قسم کے پریشان کُن خیالات جو ماہائے خفتہ کی مانند دماغ کے کونوں میں دبکے پڑے تھے ازسرِ نو بیدار ہوکر ذہنی انتشار میں اضافہ کا باعث بن رہے ہیں۔ اہلیہ کے انتقال کے فوراً بعد ہی سے یہ سوال دل و دماغ پر مسلط ہوچکا ہے کہ آخر وہ کونسا گناہِ عظیم تھا جس کی پاداش میں مجھے اور میری اولاد کو یہ سزا دی گئی اور اگر یہ واقعی گناہ کا نتیجہ ہے تو میرے معصوم بچوں کو اس میں کیوں شامل کر لیا گیا؟ اس کے جواب میں مجھ سے یہ کہا گیا ہے اور کئی مرتبہ میں بھی اپنے آپ سے یہی کہتا ہوں کہ ہر انسان بہرحال گناہ گار ہے اور اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے ہم جتنی بھی اللہ تعالیٰ کے حضور لجاجت سے دعا کریں کم ہے، مگر موت کی مصیبت چونکہ اللہ تعالیٰ کے

بڑے بڑے نیک بندوں پر بھی جن کی نظیر پیش کرنا شاید ممکن نہیں، آچکی ہے اور اس کے تلخ عواقب سے نہ صرف خود انہیں بلکہ ان کی بے مثال اولادوں کو بھی دوچار ہونا پڑا ہے، لہٰذا یہ حکم لگانا کہ فلاں موقع پر موت کا وقوع کسی خاص گناہ یا گناہوں کے کسی خاص مجموعے کی پیداوار تھا، غالباً درست نہ ہوگا۔

مزید براں دعا مانگنے کے بارے میں بھی متعدد ظنون و اوہام پیدا ہوگئے کہ یہ عمل واقعی وہ تاثیر رکھتا ہے یا نہیں جو عموماً اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ میں نے اور میرے بچوں نے مرحومہ کی صحت یابی کے لیے سینکڑوں دعائیں کیں مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اس کے بعد سے میں نے دعا مانگنا ترک تو نہیں کیا مگر منافقت ہوگی اگر میں یہ کہوں کہ اہلیہ کے بارے میں دعاؤں کے رائگاں جانے سے مجھے کمال درجے کی مایوسی نہیں ہوتی۔ میرے بچوں پر اس کا اثر بہت برا ہوا ہے اور وہ دعا کے قائل ہی نہیں رہے۔ پچھلے دنوں میں نے ان کو اس امر کی ترغیب دلانا چاہی تو وہ مجھ سے کہنے لگے کہ "آپ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ خدا سے دعا کیا کرو۔ وہ سنتا بھی ہے اور قبول بھی کرتا ہے۔ ہم نے اپنی ماں کے لیے بے شمار مخلصانہ دعائیں کیں مگر ایک بھی مستجاب نہ ہوئی"۔

علاوہ ازیں سب سے زیادہ ایک پیچیدہ اور تکلیف دہ سوال جو اس سے پیشتر بھی کئی دفعہ پیدا ہو چکا ہے مگر جس کی تلخی اور شدت موجودہ حالات میں کئی گنا زیادہ محسوس ہوئی وہ پیمانۂ عمر کی مقدار اور موت کے مقدر ہونے سے تعلق رکھتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ حقیقت بصراحت مذکور ہے کہ موت کا وقت معین ہے اور وہ کسی طرح آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔ اس کے بالمقابل مشاہدہ ہمیں بتلاتا ہے کہ خود ہمارے ملک میں جوں جوں علم کی روشنی پھیلتی جا رہی ہے افراد کی اوسط عمر میں رفتہ رفتہ اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور اہل مغرب کی اوسط عمر مدتوں اہل مشرق کی اوسط عمر سے زیادہ رہی ہے اور آج بھی ہے۔ ان حقائق سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عمر کی کمی بیشی شاید ان معنوں میں مقدر نہیں جن معنوں میں ہم اسے مقدر سمجھتے آئے ہیں بلکہ انسانی سعی و کوشش بھی عمر کے بڑھانے اور گھٹانے میں دخیل ہے۔ مجھے اس امر کا پورے طور پر احساس ہے کہ یہ سوال جبر و قدر کے عام مسئلہ ہی کا ایک جزء ہے اور اس میں محض استدلال کی مدد سے کسی صحیح نتیجے تک پہنچنا شدید

ممکن نہیں۔ مگر جیسا کہ آپ بخوبی جانتے ہیں محض یہ کہہ کر ان مسائل سے اغماض نہیں کیا جا سکتا

جواب: آپ کی پریشانیوں کا حال معلوم کر کے افسوس ہوا۔ آپ کو اپنی اہلیہ مرحومہ کی وفات کے سبب سے جو اضطراب لاحق ہے اور جس ذہنی کیفیت سے آج کل آپ گزر رہے ہیں اس میں صبر کی تلقین کرنا گویا فطرت سے لڑنے کا مشورہ دینا ہے۔ لیکن درحقیقت اس صورتِ حال میں صبر کے سوا کچھ بھی انسان کے بس میں نہیں ہے۔ صبر نہ کرے تو اس نقصان کی تلافی بہر حال نہیں ہو سکتی جو پہنچ چکا ہے، صرف اپنی تکلیف ہی میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

آپ کا یہ خیال کرنا صحیح نہیں ہے کہ آپ کی اہلیہ کی وفات کوئی سزا ہے جو آپ کو یا آپ کے بچوں کو دی گئی ہے۔ دراصل یہ سزا نہیں بلکہ ان بے شمار آزمائشوں میں سے ایک آزمائش ہے جو دنیا کی اس امتحان گاہ میں انسان کو لازماً پیش آتی ہیں۔ دنیا میں کوئی انسان غیر فانی نہیں ہے۔ ہر ایک کو لازماً کسی نہ کسی وقت مرنا ہے۔ اور موت بہر حال اس شرط کے ساتھ نہیں آتی کہ مرنے والا اپنے پیچھے کوئی ایسا شخص نہ چھوڑے جس کے لیے اس کی موت وجہ پریشانی بن سکے۔ بچے، جوان، بوڑھے، سب مرتے ہیں۔ اکثر مرنے والے ایسی حالت میں مرتے ہیں جس سے بہت سے دوسرے انسانوں کے لیے رنج و غم کے علاوہ بہت سی الجھنیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ دنیا کی بہت سی دوسری آزمائشوں کی طرح اس آزمائش سے بھی کبھی نہ کبھی انسان کو ضرور ہی سابقہ پیش آتا ہے۔ اس پر دل برداشتہ ہونے کے بجائے اللہ سے دعا کرنی چاہیے کہ وہ اس سے بخیر گزرنے کی طاقت بخشے اور ان مشکلات کو رفع کر دے جو اس سے رونما ہوئی ہیں۔

دعا کے بارے میں بھی یہ سمجھ لیجیے کہ دعا ایک درخواست ہی ہے جو مالکِ کائنات سے کی جاتی ہے۔ مالک ہر دعا کو قبول کرنے کا پابند نہیں ہے، اور نہ وہ اس شرط کے ساتھ مانگنی چاہیے کہ مالک لازماً اس کو قبول ہی کرے۔ ہمارا کام صرف اس سے التجا کرنا ہے۔ یہ اس کے مالک ہونے اور ہمارے بندہ ہونے کا عین تقاضا ہے۔ وہ قبول کرے تو اس کا کرم۔ نہ قبول کرے تو اس کو اختیار ہے۔ اگر معمولی انسانی حکومتیں بھی ہر سائل کی ہر درخواست کو قبول نہیں کرتیں اور ان کے قبول نہ کرنے کی وجہ بہت سی ایسی مصلحتیں ہوتی ہیں جنہیں سائلین نہیں جانتے، تو آخر کائنات کی حکومت کیسے ہماری ہر درخواست کو

قبول کر لینے کی پابند ہو سکتی ہے اور کائنات کا یہ نظام کیسے چل سکتا ہے اگر ہر دعا مانگنے والے کی ہر ایک دعا جوں کی توں قبول کر لی جاتے۔

پیمانۂ عمر کے بارے میں جو سوال آپ نے کیا ہے اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ آج تک کسی تدبیر سے بھی انسان اس پر قادر نہیں ہو سکا ہے کہ ہر انسان کی عمر خود مقرر کر دے اور یہ طے کر دے کہ اس عمر کو پہنچنے سے پہلے کوئی شخص نہ مرنے پائے گا۔ آج تمام انسانی تدبیروں کے باوجود ہر عمر کے آدمی مر رہے ہیں۔ عین ہسپتالوں میں مر رہے ہیں، اور ایسے ایسے باوسیلہ آدمی بھی مر رہے ہیں جن کو علاج کی بڑی سے بڑی ممکن سہولتیں میسر آ سکتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اعداد و شمار کی بنیاد پر بس یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ بچوں کی اموات کی شرح کم ہو گئی ہے اور انسان کی اوسط عمر میں اضافہ ہو گیا ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ انسان کے ہاتھ میں عمر کا سر رشتہ آ گیا ہے۔ درحقیقت جس طرح تمام شعبہ ہائے زندگی میں اللہ تعالیٰ بتدریج انسان پر قوانینِ کائنات کے اسرار کھول رہا ہے، اور رفتہ رفتہ اس کو مزید ذرائع پر دسترس عطا کر رہا ہے، اسی طرح انسانی امراض کے اسرار بھی وہ اس پر منکشف کرتا جا رہا ہے، ان کے علاج کے ذرائع بھی اس کو دیتا جا رہا ہے، اور اسی کے مطابق وہ انسان کی تقدیر بھی بدلتا جا رہا ہے۔ لیکن بہر حال تمام دوسرے معاملات کی طرح اس معاملہ میں بھی انسان کی تقدیر ہے خدا ہی کے ہاتھ میں۔ اور آج بھی جب کسی انسان کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے مرنے سے بچا نہیں سکتی۔

میرے خیال میں آپ کو موجودہ ذہنی پریشانی سے نکلنے میں جو چیز سب سے زیادہ مدد دے سکتی ہے وہ قرآن مجید کا غائر مطالعہ ہے۔ اگر میری تفسیر تفہیم القرآن آپ کے پاس ہو تو آپ اس زمانے میں فرصت کے اوقات زیادہ تر اس کے مطالعہ میں صرف کریں۔ امید ہے کہ اس سے آپ کو سکونِ قلب حاصل کرنے میں بہت مدد ملے گی۔ (ا۔م)